وبائی امراض اور ریاست کی ذمہ داریاں_ تاریخ اسلام کا اطلاقی مطالعہ

Epidemic Diseases and Responsibilities of the State- An Applied Study of the History of Islam

ڈاکٹر سیدہ سعدیہ*

عظمیٰ طفیل**

Abstract

In the unfavorable conditions of human history where famine, warfare and other disasters have plagued mankind, the occasional appearance of epidemic diseases has also been a major challenge to human organisms. From the past to the present, many epidemics have been dubbed as global epidemics, which are not only causing great price to human lives, but also revolutionize other spheres of life, such as the economic and social-political arenas. Many epidemics have been fatal to mankind in the past, such as leprosy, measles, cholera, tuberculosis, HIV, AIDS, and other widespread diseases. The novel corona virus is presently named the worldwide epidemic, which has engulfed the states of the states. Thousands have passed away and millions are near to die, while billions of people have come to a stalemate due to fear of demise. The world is searching for guiding/ principles that will prevent them from hanging into this ambush. The glorious history of Islam, where it brings to the fore the best principles of the code of conduct, also lays down the golden rules for dealing with the problems and accidents that may arise in the in human life. The state can furnish a secure life to its subjects by exploring a few bits of happiness in this mortal Earth. The discussion in this article will be based on the safety measures and Precautions mentioned by the Prophetﷺ, the Caliph Haḍrat Umar ؓ, also implemented in the situation pandemics at his time and the same tactics can be used in modern times to prevent the epidemics.

Keywords: *Diseases, implemented, Epidemic, leprosy, measles, cholera, tuberculosis, HIV, AIDS, Corona virus, Problems, Tactics*

---

* انچارج ادارہ عربی و علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

** ایم ایس سکالر، ادارہ عربی علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

عالمِ مادی مجموعہ اضداد ہے۔ اس میں کسی چیز کو ثبات حاصل نہیں ہے۔ انسان کو کبھی فرحت و مسرت اور کبھی ابتلاء وآزمائش کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اور یہی تغیر و تبدل اس عالم کی اصل پہچان ہے۔ تاہم انسانی تاریخ کے نامساعد حالات میں جہاں قحط، جنگ وجدال اور دیگر آفات سماویہ سے انسان کو واسطہ رہا ہے وہاں وبائی امراض کا وقتاً فوقتاً ظہور بھی انسانوں کے لیے ایک بڑا چیلنج رہا ہے۔ ماضی سے تا حال ایسے کئی وبائی امراض پھوٹے جنھیں عالمی وباء کا نام دیا گیا، جو نا صرف انسانی جانوں کو بڑے پیمانے پر نقصان پہنچاتے رہے ہیں بلکہ زندگی کے دیگر میدانوں میں جیسا کہ معاشی و معاشرتی، سیاسی اقتصادی میدانوں میں بھی ایک بڑا انقلاب برپا کر دیتے ہیں۔ انسانی تاریخ کے مختلف ادوار میں طاعون نمودار ہوتا رہا جیسا کہ آٹھویں صدی کے وسط میں مشرق و مغرب میں اسی وبائی مرض نے قوموں کی قومیں تباہ کر ڈالیں۔[1] ۱۹۱۸ء میں ہسپانوی فلو (انفلوئنزا) ایک عالمگیر وبائی مرض تھا جس نے انسانی تاریخ کے دو سال میں اپنے وقت کی ایک چوتھائی آبادی کو متاثر کیا[2]۔ اسی طرح جذام، خسرہ، ہیضہ ٹی بی، HIV ایڈز اور دیگر وبائی امراض کی طرح موجودہ وقت میں نوول کورونا وائرس کو عالمی وبائی مرض کا نام دیا گیا ہے۔

اسلام کی شاندار تاریخ، جہاں ضابطہ حیات کے نمایاں اور بہترین اصول سامنے لے کر آتی ہے وہاں انسانی زندگی میں حالات کے تغیر و تبدّل سے پیش آمدہ مسائل اور حوادث و مصائب سے نبٹنے کے وہ سنہری قاعدے بھی وضع کرتی ہے جن کو اپنانے کے بعد کوئی بھی ریاست اس دنیا فانی میں فرحت کے چند لمحات کی کھوج لگا کر اپنی رعایا کو ایک محفوظ زندگی فراہم کر سکتی ہے۔ تاریخ اسلام کی کاملیت دراصل انسانِ کامل، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی بدولت ہے۔

آپ ﷺ اس دنیا فانی میں رہنے کے تمام اصول و قوانین واضح فرما چکے ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ، کوئی ذرہ برابر امر ایسا نہیں جس کے متعلق آپ ﷺ سے رہنمائی دستیاب نہ ہو۔ قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے آپ ﷺ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْن[3] ہیں۔

اس وقت بھی دنیا میں ایک وبائی مرض پھوٹ پڑا ہے جس نے ریاستوں کی ریاستیں اپنی لپیٹ میں لے لی ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ مر چکے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں قریب الموت ہیں۔ جبکہ اربوں کھربوں لوگ موت کے خوف میں مبتلا ہو کر کاروبارِ زندگی کو ٹھپ کر چکے ہیں۔ دنیا کی نظریں ایسے رہنماء اصولوں کی تلاش میں ہیں جو انھیں اس کرب میں مبتلا ہونے سے بچا لیں۔ تو ایسے میں اگر ہم دین سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں تو وبائی امراض کے متعلق اسلام کی بیان کردہ تعلیمات اور احتیاطی تدابیر واضع طور پر ہماری رہنمائی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ آج سے ہزاروں سال پہلے ایسی تدابیر بیان فرما چکے ہیں جن پر عمل کرتے ہوئے وبائی امراض سے بچاؤ کی راہ تلاش کی جاسکتی ہے۔ اگرچہ خود آپ ﷺ کے مبارک دور میں ایسی کوئی وبا نہیں پھوٹی تھی جس سے اجتماعی طور پر ریاست کو نقصان پہنچا ہو، تاہم آپ کے ارشادات میں جزوی طور پر پائی جانے والی مختلف وبائی امراض کو پورے معاشرے میں پھیلاؤ سے روک تھام کے لئے احتیاتی تدابیر اور واضع احکامات ضرور موجود ہیں جن سے رہنمائی حاصل کر کے مختلف وبائی امراض کو پورے معاشرے میں پھیلنے سے روکا جاسکتا ہے۔ مقالہ ہذا میں آپؐ کی بیان فرمائی ہوئی تدابیر کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا، کیوں کہ یہی وہ اصول ہے جس کہ تحت خلیفہِ اسلام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور میں پھوٹنے والے وبائی مرض سے رعایا کو نجات دلائی اور انھیں تدابیر پر عمل کرتے ہوئے آج کے جدید دور میں بھی وبائی امراض سے بچا جاسکتا ہے۔

وبائی امراض کا معنیٰ و مفہوم:

علمِ طب کے مطابق انسانی بدن کے مزاج میں ایسا عارضہ، ایسی خرابی یا بیماری جو بدن کو اس کے خاص اعتدال سے نکال دے اسے مرض کہتے ہیں ۔علامہ جرجانی نے بھی "التعریفات" میں مرض کے حوالے سے مذکورہ تعریف ہی بیان کہ ہے۔لکھتے ہیں کہ (المرض) هو ما يعرض للبدن فيخرجه عن الاعتدال الخاص[4] ۔تاہم مرض کی جمع امراض ہے ۔اس کا مترادف لفظ " السقم " قرآن پاک میں ہے: فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ [5] (یعنی انھوں نے کہا میں بیمار ہوں) السقم "الصحة "کے متضاد بولا جاتا ہے۔[6]

قرآن پاک میں مرض کا لفظ روحانی و جسمانی دونوں قسم کی بیماری کے معنوں میں آیا ہے۔جیسا کہ آیتِ مبارکہ ہے : ﴿فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا﴾ [7] علامہ ابن کثیرؒ، امام طبریؒ اور دیگر مفسرین کے مطابق یہاں مرض کا لفظ دینی و روحانی بیماری کے معنوں میں آیا ہے[8] جیسا کہ دل میں نفاق اور ریا کی بیماریاں۔

جہاں تک جسمانی بیماریوں کا تعلق ہے تو اس کے لیے بھی قرآن پاک میں مختلف جگہوں پر "مرض" کا لفظ ہی استعمال ہوا ہے۔آیت مبارکہ ہے﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [9] پھر جو کوئی تم میں سے بیمار یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کر لے"یعنی مرض کا لفظ جسمانی و روحانی دونوں قسم کی بیماریوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

تاہم جسمانی امراض دو قسم کے ہوتے ہیں۔

1) وبائی امراض / متعدی امراض

2) غیر وبائی امراض / غیر متعدی امراض

ا)۔ غیر وبائی / غیر متعدی امراض وہ ہیں جن کا تعلق کسی انسان کی اپنی ذات تک محدود ہو۔ خواہ انفرادی طور پر وہ متاثرہ شخص کے لیے جان لیوا ہی کیوں نہ ہو مگر دوسرے انسانوں کے لیے فی الوقت مضر نہ ہوں۔ یعنی کہ وہ بیماریاں جو چھوت نہ ہوں، سانس، ہوا یا ہاتھ لگانے سے دوسرے جاندار میں منتقل نہ ہوں، وہ وبائی امراض نہیں ہیں دوسرے لفظوں میں وہ غیر متعدی امراض ہیں۔

۲)۔ جبکہ وبائی امراض سے مراد وہ بیماریاں ہیں جن میں کچھ جرثومے (Virus)، خرد نامیات (Microorganism) یا کسی قسم کا انفیکشن متاثرہ جسم سے دسرے جسم میں آسانی سے منتقل ہو کر اسے بھی متاثر کر دے۔ اور اس طرح وبائی امراض مرگ عالم یا مرگ عام کا سبب بنتے ہیں[10]۔ اس قسم کے امراض کی انتہائی شکل کچھ نامعلوم وائرسز کا انسان یا کسی بھی جاندار کے اوپر ایسا جان لیوا حملہ ہوتا ہے جس سے بیک وقت کئی اموات واقع ہوتی ہیں۔ وبائی امراض کو متعدی امراض بھی کہا جاتا ہے۔

امراض کے وبائی و غیر وبائی ہونے سے متعلق متفرق روایات:

اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی بھی بیماری میں از خود طاقت نہیں ہوتی کہ وہ کسی کو تکلیف پہنچائے یا ایک متاثرہ شخص سماج کے باقی لوگوں کے لیے مرض پھیلانے کا سبب بنے۔ یہ سب خالقِ کائنات کے حکم سے ہوتا ہے۔ مگر بعض دفعہ قضائے الٰہی سے ایک مرض متاثرہ جان سے دوسری جانوں میں منتقل ہو کر پورے سماج کے لیے وبالِ جان بن جاتا ہے۔ جہاں تک امراض کے متعدی یعنی اچھوت ہونے کا تعلق ہے تو اس بابت میں قرآن پاک میں صراحت کے ساتھ کوئی حکم نہیں ہے۔ البتہ نبی کریم ﷺ کی بعض احادیث میں امراض کے متعدی ہونے سے متعلق دو قسم کے اقوال ہیں۔ بعض احادیث میں امراض کا متعدی ہونا ثابت ہے اور بعض میں امراض کے متعدی ہونا ثابت نہیں۔

امام ترمذیؒ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت نقل کی ہے جس میں امراض کے متعدی ہونا ثابت نہیں ہے۔ روایت یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا عدوی ولا صفر، خلق الله كل نفس وكتب

حیاتھا ورزقھا ومصائبھا[11] ۔یعنی" کسی کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی ہے اور نہ ماہ صفر کی نحوست کی کوئی حقیقت ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر نفس کو پیدا کیا ہے اور اس کی زندگی، رزق اور مصیبتوں کو لکھ دیا ہے"۔

صحیح مسلم میں دونوں قسم کے اقوال حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیے گئے ہیں.

امراض کے متعدی نہ ہونے سے متعلق روایت ہے کہ(لا عدوی ولا صفر ولا هامة) بیماری کا لگنا کوئی چیز نہیں اور صفر اور ہامہ کی کوئی اصل نہیں۔یعنی کوئی بیماری چھوت نہیں ہے۔اس پر ایک بدو نے کہا کہ اگر خارش زدہ اونٹ کو تندرست اونٹوں کے باڑہ میں لایا جائے تو تمام اونٹ خارش زدہ ہو جائیں گے۔تو اس پر پھر رسول اللہ ؐ نے فرمایا: فمن اعدی الاول ؟یعنی پہلے والے کو خارش کہاں سے لگی تھی۔[12] مگر بعد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی ایک اور قول نقل کیا گیا جس میں انھوں نے نبی کریمؐ کے حوالے سے امراض کے متعدی ہونے کی روایت بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا یورد ممرض علی مصح[13] "یعنی بیمار اونٹ کو تندرست اونٹوں کے پاس نہ لایا جائے" الحارث بن ابی ذباب نے جب حضرت ابو ہریرہؓ سے امراض کے متعدی ہونے اور نہ ہونے والی دونوں آیات سے متعلق بحث کی ۔تاہم راوی نے کہا کہ" میری عمر کی قسم ابوہریرہؓ ہم سے اس حدیث کو بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ نے فرمایا: "بیماری لگنا کوئی چیز نہیں" پھر معلوم نہیں ابوہریرہؓ اس حدیث کو بھول گئے یا ایک حدیث سے دوسری حدیث کو انہوں نے منسوخ سمجھا۔[14]

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے ہی امراض کے متعدی ہونے کی روایت نقل کی ہے۔روایت یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا (وفر من المجذوم كما تفر من الاسد)[15] جذامی شخص سے ایسے بھاگتا رہ جیسے کہ شیر سے بھاگتا ہے۔

امراض سے متعلق دو قسم کی روایات میں عملی تطبیق:

نبی کریمؐ سے منسوب دونوں قسم کی احادیث میں فقہا کرام کے نزدیک تطبیق ممکن ہے۔

عدویٰ کی نفی اور وجود دونوں میں نبی کریم سے منسوب اقوال میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے مگر آپ کے صادق و مصدوق ہونے کے حقیقتاً تعارض ہو نہیں سکتا۔کیوں کہ یہ نبی کریمؐ کی شان کے منافی ہے کہ ان کے قول کو جھوٹ کہا جائے۔تاہم علماء کرام نے دونوں احادیث کو جمع کیا۔[16]

علامہ خطابی نے معالم السنن میں اس حوالے سے مفصل بحث کی جس کا مختصر یہ ہے کہ امراض طبعاً ایسی کوئی طاقت نہیں رکھتے کہ خود سے کسے دوسرے کو نقصان پہنچائیں۔ اگر ایسا ہوتا تو بیمار کی تیمارداری کرنے ولا بھی اس بیماری سے نہ بچ پاتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی بیماری لگتی ہے اور شفاء بھی ملتی ہے۔ جبکہ وہ احادیث جن میں بیمار اونٹ والے کو حکم دیا گیا کہ تندرست اونٹوں میں نہ ملائے وہ اس لیے کہ اگر اس کے اونٹ بیمار ہوگے تو وہ سمجھے گا کہ بیماری بذات خو متعدی ہوتی ہے اور اس طرح اس کا عقیدہ خراب ہوگا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ کے حکم سے بیمار اونٹ کا اثر اس علاقے کی آب وہوا پر پڑنے سے وباء کے پھیلنے کا سبب بنے۔ تاہم سبب کے تحت ہی بیماری متعدی بنتی ہے ویسے اس میں پھیلنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔[17] حضرت عمرؓ کے عہد مبارک میں شام میں طاعون پھیلنے کا اصل سبب مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان ایک لمبے عرصے تک خون ریزی، اموات کی کثرت، لاشوں کی سڑاند کی کثرت، فضا کے تعفن کے سبب تھا۔ اور اللہ کی حکمت وقدرت پر مبنی تھا۔[18]

مختصر یہ کہ امراض میں اصلاً ایسی کوئی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ کسی جان کو از خود نقصان پہنچا سکیں، البتہ کچھ اسباب ایسے ضرور ہوتے ہیں جو امراض کے عام پھیلاو کا سبب بنتے ہیں۔ بعض اوقات کسی قوم میں وبائی امراض کا سبب الہیٰ آزمائش کے تحت ہوتا ہے جیسا کہ قران پاک میں ہے: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَىْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ --- اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْآ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾[19]

"ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے، اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم تو اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں"۔

جبکہ بعض اوقات وبائی امراض اور دیگر آفات انسان کے احکام شریعت کی حکم عدولی کی پاداش میں رونما ہوتی ہیں یعنی انسانوں کے اپنے ہی اعمال ان کے نزول کا سبب بنتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِىْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾[20]

"خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب سے فساد پھیل گیا ہے کہ اللہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے تاکہ وہ باز آجائیں"

علامہ آلوسیؒ کے مطابق آیت مبارکہ میں فساد دراصل، قحط مہلک وبائی امراض، آگ اور پانی کے غیر معتدل ہونے سے پیش آنے والے واقعات، برکت کے مٹ جانے، نفع کم اور نقصان زیادہ ہونے اور دیگر آفات کی کثرت کے معنوں میں آیا ہے [21]

تاہم مذکورہ آیات میں وبائی امراض کے حوالے سے دو پہلو نظر آتے ہیں۔

1. وبائی امراض کا ظہور مشعیتِ الٰہی کے تحت ہوتا ہے
2. انسانوں کے اعمال وبائی امراض کے ظہور کا سبب ہیں

انسانوں کے اپنے ہی اعمال یعنی احکامات شریعت کی حکم عدولی، ممنوع اور مفاسدہ چیزوں کے کھانے، افعالِ ناقص جیسا کہ فحش و بے حیائی، زنا، غلط جنسی تعلقات وغیرہ، جانوروں کے مرادہ اجسام سے خارج ہونے والے مادوں سے بھی ایسے امراض پھوٹتے ہیں جو بعض اوقات وبائی مرض کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ تاہم گندگی یا غلط چیزوں کا استعمال، بھی وبائی امراض کا سبب بنتا ہے۔[22]

تاریخ اسلام میں وبائی امراض کا نزول اور ان سے بچاو کا لائحہ عمل ___ وباء سے بچنے کے لیے ریاست کی ذمہ داریاں:

اسلامی تاریخ میں بھی سابقہ امم اور دیگر اقوام کی طرح آفات و فتن اور وبائی امراض کا نزول وقتاً فوقتاً ہوتا رہا ہے۔ یہ دراصل سنت الٰہی ہے جس کہ تحت انسان کو آزمایا جاتا ہے یا بعض دفعہ انسانوں کے اعمال ہی غضب الٰہی کا سبب بنتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں دنیا کا بہترین شخصؐ جب اس دنیائے فانی میں موجود تھا اور یہ اسلامی تاریخ کا نہایت ہی شاندار عہد تھا جب سرور کائنات ﷺ بذات خود ایک مثالی ریاست کی تشکیل میں مصروف تھے تب بھی وبائی امراض نازل ہوتے رہے ہیں۔ جذام کا مرض جسے عالمی وباء کا خطاب حاصل ہے اس سے متعلق بہت زیادہ روایات ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ سے ہی ملتی ہیں۔ طاعون جس نے انسانی تاریخ کے مختلف ادوار میں کئی جانوں کو تلف کیا کے بارے میں بھی آپؐ سے بہت سی روایات ثابت ہیں۔

عالمِ اسلام کو زیادہ تر طاعون کی وباء سے ہی پالا پڑا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے طاعون جیسے مہلک مرض پر ایک جامع تصنیف(بذل الماعون فی فضل الطاعون) کے نام سے لکھی جس میں اسلامی تاریخ میں اس وباء کے نزول کے حالات

وواقعات مفصل انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔انھوں نے اپنی تصنیف میں پوری ایک فصل تاریخ طاعون پر باندھی ہے ۔ان میں سے چند ادوار کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔جیسا کہ :

- عہد رسالت میں مدائن میں طاعونِ شیرویۃ
- 18 ھ میں عہد فاروقی میں طاعون عمواس جو شام میں نمودار ہوا۔25 ہزار افراد لقمہ اجل ہوئے امت مسلمہ کو کئی جلیل القدر صحابہ کرام سے محروم ہونا پڑا۔
- 50ھ میں طاعون عمواس حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے عہد مبارک میں کوفہ میں پھوٹا۔
- 66ھ میں مصر میں طاعون کی وباء پھوٹی۔
- 69ھ میں طاعون الجارف
- 85ھ میں عبد العزیز بن مروان کی وفات کے سال بھی طاعون نمودار ہوا۔
- 87ھ میں طاعون فتیات یا طاعونِ اشراف ۔اس میں زیادہ اموات خواتین کی ہوئیں
- 100 ھ میں طاعون عدی بن ارطاہ پھر 107 اور 105 میں یہی طاعون نموادر ہوا،
- 127 ھ میں طاعون غراب، 131 میں طاعون مسلم بن قتیبیہ، 221ھ اور 406ھ بصرہ میں، 249ھ، 301 اور 346ھ عراق میں
- 423ھ ہندوستان میں طاعون نے تباہی مچائی۔
- 439 میں موصل، جزیرہ اور بغداد میں طاعون پھیلا، 452ھ میں حجاز اور یمن میں۔
- 455ھ مصر میں پھر آذر بائیجان، پھر الاھواز، پھر واسط، پھر بصرہ میں پھیلا یہاں تک کہ ان کو گڑھے کھودنے پڑے اور 20، 20 لوگوں کو ایک ایک گڑھے میں ڈالا گیا۔اور جو سمر قند اور بلخ میں پھیلا اس سے روزانہ 6 ہزار سے زائد اموات ہوتیں۔لوگ سارا دن کفن و دفن اور غسل کے کاموں میں مصرف رہتے۔اس کے بعد بخارہ، بلخ اور رباط میں پھیلا۔اس میں زیادہ اموات عورتوں، مردوں اور جوانوں کی تھیں۔
- 455ھ میں مصر میں طاعون کی وباء سے روزانہ ہزاروں افراد لقمہ اجل ہوتے۔469ھ میں دمشق میں 50 ہزار لوگ وفات پاگئے۔478ھ میں عراق میں وباء پھیلی۔اس وقت پوری دنیا تقریباً اس کی لپیٹ میں تھی۔

- 575ھ بغداد میں طاعون نے تباہی مچادی۔ 633ھ میں مصر کو طاعون سے بہت جانی نقصان ہوا۔ 749ھ میں طاعون عام ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔[23]

اسی طرح تاریخ اسلامی کے مختلف ادوار میں عباسی، مملوکی اور ایوبی دور میں طاعون جیسی وبائیں نمودار ہوتی رہیں۔ خصوصاً حضرت عمر فارقؓ کے دور میں سن ۱۸ھ میں قحط اور طاعون[24] سے آنے والی آزمائشیں اسلامی تاریخ کا وہ حصہ ہیں جنھیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس وبائی مرض نے اسلامی تاریخ پر بہت سے اثرات چھوڑے۔ امت مسلمہ کو امینِ امتؓ[25] سمیت نہایت ہی قابل ہستیوں سے بھی محروم ہونا پڑا۔ مگر امیر امت رضی اللہ عنہا کی حکمت عملیوں نے آئندہ کے لیے اس طرح کے حالات میں نمٹنے کے سنہری اصول وراثت میں چھوڑے۔

وبائی امراض اور نبی کریمؐ کی حکمت عملی:

عہد رسالت میں کوئی ایسا وبائی مرض نہیں پھوٹا تھا جس کے تحت امت مسلمہ کو اجتماعی طور پر کوئی بڑا جانی نقصان ہوتا اس لیے ہمیں وہ حالات وواقعات نہیں ملتے جن کو سامنے رکھتے ہوئے امراض میں گھری ہوئی ریاستیں اپنے لیے کوئی لائحہ عمل کریں مگر ہمیں وباء سے بچنے کا بنیادی اصول تو اسی عہد سے ملا ہے۔

- **وباءزدہ علاقے کو سیل کر دیا جائے**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

فإذا سمعتم به بارض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فرارا منه[26].

اگر تم سنو کہ کسی ملک میں طاعون کی وباء پھوٹ پڑی ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب تمہاری ہی بستی میں طاعون نمودار ہو تو مت نکلو بھاگ کر اس کے ڈر سے۔

آج کی جدید طب بھی اس بات کو تسلیم کر چکی ہے وباء والے علاقے کو سیل کر دینے سے ہی وباء کو مزید علاقوں میں پھیلنے سے روکا جاسکتا ہے۔[27]

محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ:

جس شہر میں وباء پھیل جائے اسے دوسرے شہروں سے کاٹ دینا چاہیے۔ یہی نہیں بلکہ ان صحتمندوں کو بھی دوسرے شہر کے لوگوں سے دور رکھنا چاہیے بہت ممکن ہے کہ بظاہر تندرست ہونے کے باوجود وباء کے جراثیم ان کے جسموں میں چھپے ہوں اور ان کی چھوت دوسرے شہر میں بھی پھیل جائے۔
اس قسم کے احتمال کے لیے احتیاط واجب ہے۔[28]

کوئی بھی وبائی مرض جب پیدا ہوتا ہے تو اس کی وجہ گندگی یہ دیگر اسباب ہوتے ہیں۔ اور ایسا علاقہ جہاں یہ نمودار ہوں اس کی آب و ہوا تبدیل ہو جاتی ہے ممکن ہے کہ وہاں جانے والے شخص کا جسم آب و ہوا میں موجود بیکٹیریا سے لڑنے کی قوت مدافت نہ رکھتا اور اسے بھی وہ مرض لگ جائے جو اس وبازدہ علاقے کے رہائشیوں کا تھا تو اس طرح متاثرہ شخص کا اعتقاد بھی خراب ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کو اس بیماری کی نحوست قرار دینا شروع کر دیتا ہے اس لیے منع کیا گیا کہ وباءزدہ علاقے میں ناجاو۔ تاہم وہاں سے باہر نانکلنے میں بھی یہی مذکورہ حکمت ہے کہ اگر وباء پھیل ہی گئی ہے تو پھر اس جگہ میں رہتے ہوئے توکل علی اللہ کرناہی بہتر ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک جس میں طاعون سے وفات پانے والے شخص کو شہید کے رتبے کی بشارت دی گئی ہے مسلمانوں کے لیے کافی ہونا چاہیے کیوں کہ شہادت ہے مطلوبِ مقصودِ مومن۔ حدیثِ مبارکہ ہے کہ

انه كان عذابا يبعثه الله على من يشاء، فجعله الله رحمة للمؤمنين، فليس من عبد يقع الطاعون فيمكث في بلده صابرا يعلم انه لن يصيبه إلا ما كتب الله له، إلا كان له مثل اجر الشهيد[29]

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک عذاب تھا اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا اس پر اس کو بھیجتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مومنین (امت محمدیہ کے لیے) رحمت بنا دیا اب کوئی بھی اللہ کا بندہ اگر صبر کے ساتھ اس شہر میں ٹھہرا رہے جہاں طاعون پھوٹ پڑا ہو اور یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دیا ہے اس کے سوا اس کو اور کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور پھر طاعون میں اس کا انتقال ہو جائے تو اسے شہید جیسا ثواب ملے گا۔"

وباءزدہ زمین سے راہ فرار سے اس لیے بھی منع کیا گیا ہے کہ اس طرح اگر سارے لوگ وباءزدہ زمیں سے نکلنے لگ جائیں گے تو جو بیماری سے عاجز شخص یعنی بیماری میں مبتلا شخص کا پرسان حال کوئی نہیں ہو گا۔ ان سب کی مصلحتیں و مفادات رائیگاں ہو جائیں گے، اس لیے کہ زندہ اور مردہ حالتوں میں ان کا کوئی محافظ و مددگار نہیں ہو گا۔[30]

آج ہماری ریاست کرونا وائرس کے نام سے جس وبائی مرض میں گرفتار ہے اس سے مزید بچاؤ کی واحد صورت وباء زدہ علاقے سے دور رہنے میں ہی ہے۔ اگر مذکورہ حدیث مبارکہ کی روشنی میں ریاست پاکستان میں اس وقت کے حالات کا جائزہ لیں تو نہایت افسوس کی بات ہے کہ حدیث مبارکہ پر بروقت عمل نہ ہونے کی صورت میں ہمارا مکمل نظام زندگی غیر متوازن ہو گیا ہے۔ اگر بروقت اقدامات کرتے ہوئے پاکستان کی سرحدوں کو محفوظ بنایا جاتا اور بیرون ممالک سے کسی کو ریاست کے اندر داخل نہ ہونے دیا جاتا ممکن تھا کہ وباء سے پاک ریاست کو بچایا جا سکتا۔ تاہم ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے اس حکم گرامی پر سختی سے عمل کرواتے ہوئے عوام الناس کے باہمی میل ملاپ پر پابندی لگائے۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا۔ بیماری متاثرہ شخص سے مزید صحت مندوں میں داخل نہیں ہو گی اور اس طرح ریاست شہریوں کی جان کو محفوظ بنا سکتی ہے۔

- **تحفظ جان ریاست کی اہم ترین ذمہ داری:**

وبائی امراض سے نمودار ہونے کی صورت میں ریاست کی اولین ذمہ داری رعایا کی جان کا تحفظ ہے۔

اگرچہ وبائی امراض اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہ کسی جاندار کو ہلاک کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان میں اس کی طاقت ہوتی ہے۔ اور اگر اللہ چاہے تو کوئی تدبیر انسان کو موت سے نہیں بچا سکتی خواہ پھر انسان وبائی مرض سے مرے یا کسی اور طریقے سے، مگر پھر بھی اسلام اسباب کی اس دنیا میں سبب تلاش کرتے ہوئے اپنی جان کی حفاظت کے لیے تمام احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے، اپنے آپ کو جان بوجھ کر ہلاکت میں ڈالنے سے بھی منع کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ [31] یعنی اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو"۔

ریاست کے ذمے رعایا کی جان کی حفاظت بھی ہے۔ جب اچانک مرض پھوٹ پڑے تو ریاست کی اولین ذمہ داری رعایا کی جان کی حفاظت کرنا ہے۔ اس حوالے سے حدیث مبارکہ بھی ہے کہ نبی کریم نے فرمایا:

مامن امتی احد ولی من امر الناس شیئا ،لم یحفظھم بما یحفظ به نفسه واھله الا لم یرح رائحة الجنة[32]

"میری امت میں سے جو شخص کسی کام میں ولی بنایا جائے اور وہ لوگوں کی اس طرح حفاظت نہ کرے جس طرح وہ اپنی اور اپنے اہل خانہ کہ کرتا ہے تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔"

اس لیے حالات چاہے مساعد ہوں یا نامساعد ریاست کی اولین ذمہ داری رعایا کی جان کی حفاظت کرنا اور اس کے لیے اسباب جمع کرنا ہے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں جب وبا پھوٹی تو انھوں نے بھی رعایا کی جان کے تحفظ کے لیے اسباب تلاش کیے۔

- **رعیت کو جان بوجھ کر ہلاکت میں نہ ڈالا جائے:**

ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو جان بوجھ کر ہلاکت میں نہ ڈالے یعنی جب پتا چل جائے کہ فلاں زمین میں وباء پھوٹ پڑی ہے تو پھر دنیاوی غرض اور دیگر دنیاوی امور کی خاطر اپنے منہ موت کے کنوئیں میں نہیں کودنا چاہیے۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اگرچہ کوئی بھی بیماری طبعاً متعدی نہیں ہوتی مگر کچھ اسباب ہیں جو آب و ہوا کو آلودہ کر دیتے ہیں جس کی بناء پر بیماریاں آسانی سے پھیل جاتی ہیں۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے ریاست کو اپنے شہریوں کو ایسی زمین کی طرف نقل مکانی و دیگر مقاصد کے لیے جانے سے روکنا چاہیے۔ کیوں کہ ریاست رعایا کی نگران ہوتی ہے۔
ہمارے پاس واضح مثال ہے کہ ۱۸ھ میں جب شام میں طاعون کی وبا پھوٹی تو اس وقت حضرت عمرؓ شام کے سفر پر نکل چکے تھے۔ مقام سرغ[33] پر پہنچ کر آپ کو جب اطلاع ملی کہ شام میں مہلک بیماری پھیل گئی ہے تو آپؓ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ آپؓ تمام اصحاب کو لے کر واپس مدینے چلیں جائیں گے۔[34]

چونکہ حضرت عمرؓ ابھی وبائی علاقہ میں داخل نہیں ہوئے تھے اس لیے انھوں نے بہترین حکمت عملی کے تحت اس علاقے میں جانے سے پرہیز کیا۔ اور یوں آپ نے کئی اکابر صحابہ کو اور باقی جانشیوں کو موت کے منہ میں دھکیلنے سے بچا لیا۔

حضرت عمرؓ کا وباء زدہ زمیں میں داخل نہ ہونے کا فیصلہ دراصل تقدیر کے ساتھ تدبیر الٰہی کے تحت تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کہ: جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالو اور فرمان نبی کریمؐ کہ: وباء زدہ زمین میں داخل نہ ہو، کی عین عکاسی کرنا تھا۔ جب آپ نے شام میں داخل ہونے کے فیصلے کو ترک کرتے ہوئے مدینہ واپسی کی راہ لی تو امینِ امت حضرت ابو عبیدؓ نے آپ سے تقدیر سے بھاگ جانے کی جو بات کہی اس پر آپ کا خوبصورت جواب قیامت تک کے لیے تمام ریاستوں کو حالاتِ نامساعدہ میں رہنمائی کا ساماں فراہم کرتا رہے گا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

" ہاں ہم بھاگتے ہیں اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف۔ کیا اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم ایک وادی میں جاؤ جس کے دو کنارے ہوں ایک کنارہ سرسبز اور شاداب ہو اور دوسرا خشک اور خراب ہو اور تم اپنے اونٹوں کو سرسبز اور شاداب کنارے میں چراؤ تو اللہ کی تقدیر سے چرایا اور جو خشک اور خراب کنارے میں چراؤ تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے چرایا۔ حضرت عمرؓ کا مطلب یہ تھا کہ جیسے اس چرواہے پر کوئی الزام نہیں بلکہ اس کا فعل قابل تعریف ہے کہ جانوروں کو آرام دیا ایسا ہی میں بھی اپنی رعیت کا چرانے والا ہوں تو جو ملک اچھا معلوم ہوتا ہے ادھر لے جاتا ہوں اور یہ کام تقدیر کے خلاف نہیں ہے بلکہ عین تقدیر الٰہی ہے"۔[35]

تاہم حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر انسان کے اس عمل سے ریاستوں کے لیے مکمل رہنمائی ہے۔ خصوصاً آپؓ کا یہ فرمانا کہ " میں بھی اپنی قوم کا چرانے والا ہوں اور ان کے آرام کو تلاش کر کے انھیں محفوظ مقام کی طرف لے جانا میری ذمہ داری ہے " میں ایک واضح مثال ہے۔

- **رعیت کو محفوظ مقام فراہم کرنا:**

ایسی زمین جس میں وباء پھیل چکی ہو وہاں ریاست کی ذمہ داریاں پہلے سے بھی بڑھ جاتی ہیں۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ جس قدر ہو سکے انسانی جانوں کو محفوظ کرے۔ چونکہ زیادہ تر بیماریاں گندگی کی وجہ سے پھیلتی ہیں اس لے رعایا کو محفوظ اور صاف مقام فراہم کرنا بھی ریاست کے ذمے ہی ہے۔ شہروں میں بہت زیادہ آبادی ہونے کی وجہ سے زیادہ لوگ ایک دوسرے سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

ایک صحیح ذہن لوگوں کو اس امر اسے باز نہیں رکھتا کہ وہ اپنے ملک کی حدود میں کوئی ایسی جگہ تلاش کر لیں جہاں اپنے خیال میں وہ بیماری کی تباہ کاریوں سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔[36]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل شام کی فکر دامن گیر ہوئی تو آپ نے اپنے ساتھوں سے مشورا لینے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ کو خط لکھا جس میں انھیں ایسی جگہ کی طرف منتقل ہونے کا حکم دیا جہاں وباء سے لڑنے نے کی مدافعت زیادہ ہو۔ آپ نے کہا کہ لوگوں کو پست اور گہری زمین سے نکال کر بلند اور ستھری زمین میں لے جاو۔ "[37]

- **حضرت عمرو بن العاصؓ کا طریقہ کار:**

شام میں وباء سے جب وفات پانے والوں کی تعداد حد سے تجاوز کر گئی اور کئی قابل ترین ہستیاں جن سے اسلام کو تقویت میں ایک ایک کر کے وباء کی نذر ہو گئے جس سے لوگوں پر وباء کے ساتھ غم کے بادل بھی چھاگئے۔ ایک عجیب سا سماں تھا عزیز و اقارب ایک دوسرے سے بچھڑ رہے تھے۔ حضرت ابو عبید بن الجراحؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ جب شام کے امیر مقرر ہوئے تو آنے وباء سے بچنے کی جو ترکیب کی وہ حضرت عمرؓ کے اس خط کی عین عکاسی تھی جسے انھوں نے حضرت بو عبیدہؓ کو لکھا تھا کہ رعایا کو محفوظ مقام فراہم کیا جائے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے لوگوں کو نشیبی علاقوں سے پر فضاء مقام کی طرف پھیلنے کا حکم دیا۔ یہ خبر جب سیدنا حضرت عمر بن الخطابؓ تک پہنچی تو نہیں اس سے منع نہ کیا۔[38]

حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت معاذؓ کی شہادت کے بعد امیر کے عہدے پر آتے ہی تقریر کی اور فرمایا: یہ وباء پھوٹتی ہے تو آگ کی طرح پھیل جاتی ہے، پہاڑوں میں چھپ کر اپنی جانیں بچاو۔[39]

یہی حکمت عملی اگر آج کی ریاستوں میں بھی اپنائی جائے تو بہت سی جانوں کو تلف ہونے سے بچایا جاسکتا ہے۔ تاہم حضرت عمرو بن العاصؓ لوگوں کو لے کر پہاڑوں میں متفرق ہوگئے اور اللہ نے بیماری کو ان سے دور کر دیا۔[40]

- **حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا وبائی امراض سے متعلق طرز عمل:**

50ھ میں جب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے عہد مبارک میں کوفہ میں طاعون کی وباء پھوٹ پڑی تو آپ نے بھی طاعون عمواس کے تجربے سے حاصل کردہ نتائج کے مطابق عمل کرنے کی تعلیمات دیں۔

امام ابن کثیرؒ نے البدائیہ والنھایہ میں طارق بن شہاب الحلبی کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ:

"ہم حضرت ابو موسیٰؓ کے پاس ان سے گفتگو کرنے کے لیے آئے اور وہ کوفہ میں اپنے گھر میں تھے اور جب ہم بیٹھ گئے تو اُنھوں نے کہا گیرا و نا کرو۔ اس گھر میں ایک شخص اس بیماری سے مر گیا ہے اور تم پر اس بستی سے دور چلے جانے میں کوئی حرج نہیں۔ پس تم اپنے شہروں کی وسعت اور صحت افزا جگہ میں چلے جاو حتی کہ یہ مصیبت دور ہو جائے اور میں تمہیں بتاوں گا کہ جس چیز کو ناپسند کیا جاتا ہے اس سے بچا جاتا ہے اور باہر نکل جانے والے کے متعلق یہ ایک خیال بھی ہوتا ہے کہ اگر وہ ٹھہرتا تو مر جاتا اور قیام کرنے والے کے متعلق ایک خیال ہوتا ہے کہ اس کو ٹھہرنے کی وجہ سے بیماری لگ گئی، اگر وہ باہر چلا جاتا تو اسے بیماری نہ

لگتی اور جب مسلمان آدمی یہ خیال نہ کرے تو باہر چلے جانے اور اس سے دور ہو جانے پر اس پر کوئی گناہ نہیں ہو گا، میں طاعون عمواس کے سال حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کے ساتھ شام میں تھا۔ پس جب بیماری زور پکڑ گئی تو حضرت عمرؓ کو اطلاع پہنچی تو آپ نے ابو عبیدہؓ کو نشیبی زمین سے پر فضاء زمین کی طرف منتقلی کا حکم دیا۔[41]

تاریخ اسلام میں وبائی امراض سے بچاؤ کے لیے حضرت عمر فاروقؓ جیسے مدّبر انسان کی تدبیر ہمارے لیے بھی چراغ راہ ہے۔ آج کرونا وائرس کا زیادہ تر زور شہروں میں ہے جہاں کثیر آبادی اور تنگ گلیاں وبائی مرض کے پھیلاؤ میں معاون ہیں۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ریاست کے شہروں کو محفوظ اور پر فضاء مقام فراہم کرے تاکہ وہ زندگی کے بچاؤ کے اسباب تلاش کر سکیں۔

توکل علیٰ اللہ کا عملی مظاہرہ کرنا:

اسلامی تاریخ میں جب کبھی حوادث و مصائب نمودار ہوئے تو ریاست کے ہر فرد نے اسے اللہ کی طرف سے آزمائش تصور کرتے ہوئے ثابت قدمی کا مظہرہ کیا۔ مسلمان ہمیشہ سے توکل علی اللہ کے خوگر رہے ہیں۔ تاہم ریاست کی ذمہ داری ہے کہ اگر تمام تر احتیاطی تدابیر کے باوجود وبائی مرض ریاست میں پھیل جائے تو اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس میں بھی خیر کے پہلو تراشے جائیں۔

نبی کریم جو دنیا کی عظیم ترین ریاست کے سربراہ ہیں آپ نے طاعون جیسے وبائی مرض کو امت مسلمہ کے لیے رحمت قرار دیا۔ آپ نے فرمایا:

انه كان عذابا يبعثه الله على من يشاء، فجعله الله رحمة للمؤمنين، فليس من عبد يقع الطاعون فيمكث في بلده صابرا يعلم انه لن يصيبه إلا ما كتب الله له، إلا كان له مثل اجر الشهيد"[42]

نبی کریم نے فرمایا کہ یہ ایک عذاب تھا اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا اس پر اس کو بھیجتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مومنین (امت محمدیہ کے لیے) رحمت بنا دیا اب کوئی بھی اللہ کا بندہ اگر صبر کے ساتھ اس شہر میں ٹھہرا رہے جہاں طاعون پھوٹ پڑا ہو اور یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ

دیا ہے اس کے سوا اس کو اور کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور پھر طاعون میں اس کا انتقال ہو جائے تو اسے شہید جیسا ثواب ملے گا۔"

یہی وہ فلسفہ ہے تاریخ اسلام کا جو انسانکو مصیبت میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے طاعون کی وباء سے حب امین الامت حضرت ابو عبید بن جراحؓ خطرے میں دیکھا تو محبت میں آکر خط لکھ ڈالا کہ خط ملتے ہی مدینے دوڑے آئیں مگر حضرت عبیدہؓ نے توکل علی اللہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے خوبصورت جواب دیا:

"میں مسلمانوں کے فوجی لشکر میں ہوں۔ان کو چھوڑ کر جانے کو میری طبیعت تیار نہیں۔ میں ان کی جدائی کا ارداہ نہیں رکھتا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے بارے میں اپنا حکم و فیصلہ نافذ کر دے۔لہٰذا اے امیر المومنین مجھے اپنے عزم وارادے سے آزاد کر دیجیے اور مجھے اپنی فوج میں چھوڑ دیجیے"۔[43]

بطور مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر اچھی اور بری تقدیر اللہ ہی کی طرف سے ہے۔اللہ جس طرح چاہے اور جن حالات میں چاہے انسان کو رکھتا ہے۔ مگر ساتھ ہی ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اور شعور سے نوازا ہے وہاں کوشش اور جستجو سے اپنے حالات کو بھی تبدیل کرنے کی اجازت دی ہے۔ فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ[44]

"بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے"

ایک اور جگہ انسان کی اس کوشش کے حوالے سے فرمایا:

لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی[45]

"اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جو کرتا ہے

- **علاج معالجہ کے نظام کی درستگی:**

ریاست کی ایک بڑی ذمہ داری جس سے انکار ممکن نہیں وہ ہے علاج معالجہ کے نظام کی درستگی۔ بیماریاں انسانی زندگی کے ساتھ برحق ہیں مگر ان کا علاج بھی اس دنیا میں ممکن ہے۔ نبی کریم نے فرمایا:

ما انزل الله داء إلا انزل له شفاء[46]

" اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں اتاری جس کی دوا بھی نازل نہ کی ہو۔"

سنن ترمذی میں ہے؛

قالت الاعراب: يا رسول الله، الا نتداوى؟ قال: " نعم يا عباد الله، تداووا، فإن الله لم يضع داء إلا وضع له شفاء، او قال: دواء، إلا داء واحدا، قالوا: يا رسول الله، وما هو؟ قال: الهرم.[47]

"اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اعرابیوں (بدوؤں) نے پوچھا: اللہ کے رسول! کیا ہم (بیماریوں کا) علاج کریں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں، اللہ کے بندو! علاج کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بیماری پیدا کی ہے اس کی دوا بھی ضرور پیدا کی ہے، سوائے ایک بیماری کے"، لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسولؐ! وہ کون سی بیماری ہے؟ آپ نے فرمایا: "بڑھاپا"

انسان کی بنیادی ضرورتیں جن میں خوراک، لباس اور رہائش شامل ہیں ان میں علاج معالجہ بھی شامل ہے۔ کیوں کے علاج معالجہ کا تعلق براہِ راست انسانی صحت کے ساتھ ہے۔ صحت مند افراد ہی سے ایک صحت مند ریاست تشکیل پا سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسلامی ریاست کے تمام باشندگان کی روحانی و جسمانی بیماریاں ختم کرنے کے لیے علاج معالجہ کے جو انمول اصول بیان فرمائے وہ قیامت تک کے لیے سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپؐ نے صحت وعافیت کو مال و دولت سے بڑی نعمت قرار دیا۔ الشیخ الألباني نے سلسلہ احادیث صحیحہ میں اس حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے:

والصحة لمن اتقى خير من الغنى، وطيب النفس من النعيم [48]

"پرہیزگار آدمی کے لیے صحت و عافیت، مال و دولت سے بہتر ہے اور طیب النفس ہونا بھی ایک نعمت ہے۔"

یہ ہے وہ اصول جو قوموں کو ترقی کا راز بتاتا ہے۔ ریاستِ پاکستان میں تمام قدرتی وسائل ہونے کے باوجود بیماریوں پر کنٹرول کرنے کا کوئی مربوط نظام نہیں ہے اور اس کا اصل سبب ہمارے اندر غور و فکر اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کا کمزور ہونا ہے۔ اگر ریاست صحت کے معاملات پر توجہ دے تو بہت سی بیماریاں پیدا ہونے سے روکی جا سکتی ہیں۔

اسلامی تاریخ میں صحت کے قوانین پر بہت توجہ تھی، مسلم حکماء واطباء کا خصوصی مشغلہ عوام الناس کو متعدد بیماریوں سے بچانا تھا۔ اسلام کے ابتدائی سالوں میں طب نبوی کے ماہرین تو بہت تھے جس کی وجہ سے علاج معالجہ کا نظام زیادہ تر حکیمانہ انداز میں ہی کیا جاتا رہا۔ تاہم تاریخ اسلام میں علاج معالج کے لیے باقاعدہ ہسپتال کی بنیاد عہد بنو امیہ کے فرمارواولید بن عبد الملک نے رکھی۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ:

> عہد بنو امیہ میں ولید بن عبد الملک وہ پہلا شخص تھا جس نے باقاعدہ شفاخانے تعمیر کیے۔ یہی وہ شخص ہے جس نے جذام (کوڑھ) کے مریضوں کے روزینے مقرر کیے اور انھیں حکم دیا کہ وہ عام عوام میں آنے سے پرہیز کرتے ہوئے گھروں میں ہی ٹھہرے رہیں۔ تاہم اسی سلسلے میں شفاخانوں کی بنیادی ڈالی گئی۔[49]

عباسیہ عہد حکومت تک اسلامی تاریخ میں بے شمار اور شاندار شفاخانے تعمیر ہو کر خدمت خلق میں مشغول تھے۔ مسلم حکمرانوں نے شفاخانوں کی تعمیر میں کس قدر دلچسپی تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کے وزیر اعظم نے خاص طور پر اپنے ایک نمائندے کو ہندوستان میں یہاں کی طب سیکھنے اور نامور اطباء کو دربار میں پیش ہونے کا حکم دیا۔[50]

۲۶۱ھ میں عباسی حکمران احمد بن طولون جو مصر، مغرب اور شام کا گورنر تھا نے ایک بہت بڑے ہسپتال کی بنیاد رکھی۔ اس ہسپتال میں ہر بیماری کے مریضوں کے لیے جدید دور کی طرح الگ الگ وارڈز تھیں۔ مریض کا لباس، کھانا، ادویات سب کچھ ہسپتال انتظامیہ کے ذمے تھا۔ طولون مثالی حکمران کی طرح خود جا کر مریضوں کی عیادت کرتا ان کے احوال پوچھتا۔ اور عملے سے شکایات کی صورت میں فوری کاروائی بھی کی جاتی۔[51]

خلیفہ مقتدر باللہ نے ایک اضافہ یہ کیا کہ جیلوں کے ساتھ بھی ڈسپینسریاں یعنی عارضی ہسپتال قائم کیے۔ عضد الدولہ نے ریاست کے تمام دیہاتوں میں بھی چھوٹے چھوٹے شفاء خانے تعمیر کیے۔ مختصر اسلام کی شاندار تاریخ میں مسلمان حکمرانوں نے ہسپتالوں کی کوئی قسم نہیں چھوڑی جسے تعمیر نہ کیا ہو جیسے سفری شفاء خانے۔ فوجی شفاء خانے، مساجد شفاء خانے تاہم مختلف بیماریوں کے لیے الگ الگ واڈز اور خواتین کے لیے الگ الگ ہسپتال بنوائے گے۔[52] تمام شفاء خانے جو اسلامی تاریخ کا حصہ ہیں ان کے بنوانے کا ایک ہی مقصد تھا کہ عوام کو ایک محفوظ زندگی فراہم

کی جائے۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ کہ وہ علاج معالجہ کا نظام درست کرے تاکہ عوام کو باسہولت بیماریوں سے نجات مل سکے۔

- **وبائی مرض سے متاثرہ شخص کو قرنطینہ کردینا:**

جب وبائی مرض پھیل جائے اور لوگ اس کا شکار ہونے لگ جائیں تو پھر اس بیماری کو مزید پھیلنے سے روکنے کے لیے جو قرنطینہ کا عمل بہت ضروری ہے۔

قرنطینہ دراصل اٹالین لفظ "Quaranta Giorni"، سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے چالیس دن۔ یہ لفظ چودھویں صدی میں تب متعارف ہوا جب کروشیا کے شہر میں طاعون پھیل گیا تھا اور لوگوں کو چالیس دن تک ایک دوسرے سے الگ ہونے کا حکم دیا گیا۔[53]

قرنطینہ دراصل نبی کریمؐ کے اس ارشاد پاک کی عملی تصویر ہے جسے آپؐ نے طاعون سے بچنے کے لیے ارشاد فرمایا کہ:

فإذا سمعتم به بارض فلا تقدموا عليه، وإذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فرارا منه[54].

یعنی طاعون زدہ زمین سے دور رہو۔ اور اگر وہاں موجود ہو پہلے ہی سے تو پھر وہاں سے باہر نہ نکلو۔

جدید دور میں وبائی امراض سے بچاو کے لیے قرانطینہ کو اختیار کیا جاتا ہے۔ ریاستِ پاکستان اسلامی تاریخ میں سب سے جس ماہر طبیعات نے وبائی امراض کی تصدیق کی اور مریضوں کو آئسولیشن میں رکھنے کی تجویز پیش کی وہ ابن سینا ہی ہیں۔ ابن سینا کی کتاب۔[55] "دی کینن آف میڈیسن "اپنے فن کی مایا ناز کتاب ہے جس میں وبائی امراض کی تفصیل موجود ہے۔

تاہم اوپر یہ بات گذر چکی ہے کہ ولید بن الملک وہ پہلے مسلم حکمران ہیں جنھوں نے جذام کے مریضوں کو قرنطینہ کرنے کے لیے ہسپتال بنائے اور باقاعدہ امریضوں کے وظائف بھی مقرر کیے تاکہ وہ قرنطینہ رہتے ہوئے مالی وسائل کی کمی کا شکار نہ ہوں اور اس طرح دوسروں کے لیے بیماری پھیلانے کی وجہ بھی نہ بن سکیں۔

- **متاثرہ علاقے کے معاملات کو منظم کرنا:**

ریاست کی ذمہ داری ہے کہ متاثرہ علاقے کے معاملات منظم کرے۔ شہروں میں صفائی کروائی جائے اور گھروں میں قرنطائن شہریوں کو سہولیاتِ زندگی فراہم کرے۔ کیوں کہ گھروں میں محصور ہونے کی وجہ سے بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ خوراک اور دیگر بنیادی چیزیں جن کی دستیابی کے لیے گھروں سے باہر نکلنا ضروری ہوتا

ہے۔ مگر چونکہ وبائی امراض کے عروج کے دنوں میں جس قدر ہجوم ہو گا اسی قدر مرض کو پھیلنے کا موقع ملے گا۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ عوام کو گھروں میں ہی رکھا جائے اور انکی ضروریات زندگی کی فراہمی یقینی بنائی جائے۔

ہمارے پاس ریاست اسلامی کے اس عظیم رہنماء کی مثال سامنے آتی ہے کہ شام میں طاعون کی وباء نے جو تباہ کاریاں کی تھیں اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے بہت سے معاملات خراب ہوئے تھے۔ غربت اور بھوک بڑھ گئی تھی۔ وراثت کے مسائل پیدا ہو گئے تھے۔ تاہم حضرت عمرؓ کو حتمی فیصلہ لینا پڑا جس کے تحت انھوں نے شام کے سفر کا ارادا کیا۔

محمد رضاء لکھتے ہیں کہ:

"حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے نئے پیش آئندہ مسائل پر مشورہ، پھر آپ نے عزم کیا کہ مسلمانوں کے شہروں میں خود جا کر ان کے حالات معلوم کریں گے تا کہ ان کے معاملات منظم کر سکیں۔ چنانچہ مجلس شوریٰ میں لوگوں سے رائے اور مشورہ لینے کے بعد آپ فیصلہ لیا کہ اس کام کی انجام دہی کے لیے سب سے پہلے شام سے شروع کیا جائے اسکی وجہ یہ تھی کہ وائرس نے شام کو دیگر علاقوں ممالک کی نسبت زیادہ تباہ کیا تھا وہاں لوگوں کی میراث ضائع ہوئی تھی۔ آپ نے شام کا سفر کیا اور ان میں میراث تقسیم کی اور اور پھر آپ نے کہا کہ آپ ہر شہر میں جا کر ان کے سامنے اپنی بات رکھیں گے۔"[56]

- **حضرت عمرؓ کا رعایا سے ذمہ دارانہ خطاب اور ریاست کی ذمہ داریاں:**

وبائی مرض نے جب لوگوں کی کمر توڑ دی اور وہ معاشی و معاشرتی لحاظ سے بہت کمزور ہو گے تو حضرت عمرؓ کا مثالی خطاب ایک بہترین حکمران کی عین عکاسی کرتا ہے۔ آپ نے بذات خود وباء زدہ علاقے کا دورہ کرتے ہوئے جو خطاب کیا وہ کچھ یوں ہے:

"تمہارے جن معاملات کا اللہ نے مجھے نگراں بنایا تھا میں نے ان شاء اللہ انھیں پورا کر دیا ہے، ہم نے تمہارے درمیان تمہارے مالِ فے، مکانات اور اموال غنیمت کو کھول کھول کر رکھ دیا، جو ہمارے پاس تھا اسے تم تک پہنچا دیا، تمہارے لیے فوجوں کو تیار کر دیا اور آسانیوں کو تمھیں باہم پہنچا دیا۔ تمھیں تمھارا عطیہ، روزی، اور اموال غنیمت دینے کا حکم دے دیا لہذا جسے مزید کسی چیز کی ضرورت کا علم ہو اور اس پر

عمل کرنا مناسب ہو تو اسے چاہیے کہ مجھے اس سے مطلع کر دے ہم اس پر عمل کریں گے، ان شاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ"[57]

حضرت عمرؓ کے اس خطاب سے مندرجہ ذیل امور سامنے آتے ہیں جن سے ریاست کی ذمہ داریوں کا تعین کیا جا سکتا ہے:

* ریاست کی اولین ذمہ داری ریاست کے شہریوں کے حقوق پورے کرنا ہے کیوں کہ اللہ نے نگران بنایا ہے حاکم کو اس کی رعایا کا۔ تاہم حضرت عمرؓ نے نہایت مشکل وقت میں جب ایک طرف قحط سے معاشی بحران تھا تو دوسری طرف طاعون نے بہت سے معاملات کو تہس نہس کر دیا تھا۔ امتِ مسلمہ کو کئی قابل ہستیوں سے بیک وقت محروم ہونا پڑا تھا، ان حالات میں بھی اپنی رعایا کو تنہاء نہیں چھوڑا۔ یہ نہیں کہا کہ اس میں اللہ کی مرضی ہم کیا کریں بلکہ اسباب کی اس دنیا میں بہترین اسباب تلاش کرتے ہوئے رعایا کو ہر ممکن آسانی پہنچائی۔ اس میں آج کی ریاستوں کے لیے ایک مثالی پہلو ہے۔
* مال فے، مکانات و مال غنیمت کو کھول کر رکھ دیا گیا۔ یہ تھی وہ خوبصورت مثال جو ایک بہترین ریاست سے جڑی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی رعایا کی مالی معاونت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ان کو وہ تمام اسباب فراہم کیے جن سے وہ دوبارا سامان زندگی حاصل کر سکیں اور پر امن زندگی گزار سکیں۔
* بیت المال کا تمام خزانہ مسلمانوں پر لٹا دیا گیا تھا۔ مقصد رعیت کو آرام پہنچانا تھا۔

• اعمال کا محاسبہ کرنا اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کا پرچار:

کسی ریاست میں وبائی امراض کے ظہور کی ایک بڑی وجہ وہاں افعال بد کا عام ہونا بھی ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾[58]

"خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب سے فساد پھیل گیا ہے کہ اللہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے تاکہ وہ باز آجائیں"

ارشاد نبوی ہے:

لم تظهر الفاحشة في قوم قط , حتى يعلنوا , بها إلا فشا فيهم الطاعون والاوجاع , التي لم تكن مضت في اسلافهم الذين مضوا

جب کسی قوم میں علانیہ فحش (فسق وفجور اور زناکاری) ہونے لگ جائے، تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں جو ان سے پہلے کے لوگوں میں نہ تھیں۔

عصر حاضر میں وبائی مرض کرونا میں ہمارے لیے آزمائش سے بڑھ کر عذاب کے چانس زیادہ ہیں کیوں کہ باقی دنیا تو ایک طرف ہماری ریاست پاکستان میں زناکاری، شراب، جوا، سود ظلم و ستم، حق تلفی، قتل وغارت اور دیگر بہت سے جرائم عام ہیں۔ اس سب سے بڑ کر اخلاقی و ذہنی آلودگی عام ہے جسکی وجہ سے ہم نے خود عذاب الہی کو دعوت دی ہے۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ قبل اس کے کہ وبائی امراض پھوٹ پڑیں اور ریاست کا نظام زندگی ہی غیر متوازن ہو جائے اپنا فریضہ ادا کرتے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق ادا کرے۔ فحش و بے حیائی کے تمام اڈوں کو بند کرے۔ نیکی پھیلائے اور نیکی کی رغبت دلائے۔

شام میں طاعون کی وباء نے جب تباہی مچادی یہاں تک کے حضرت ابوعبید جراحؓ بھی اس کا شکار ہوگئے۔ آپ حالت علالت میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے انھیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا: آپؓ نے فرمایا: میں تم کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر تم اسے مان گئے تو جب تک زندہ رہوگے اور مرنے کے بعد بھی بخیر وعافیت رہوگے، نماز قائم کرو، زکوۃ دو، روزے رکھو، صدقہ و خیرات کرو، حج وعمرہ کرو، آپس میں محبت وصلہ رحمی کو رواج دو، اپنے حکمرانوں سے سچ بات کہو، ان کو دھوکہ نہ دو، یاد رہے دنیا تمھیں غافل نہ بنادے، کیوں کہ ایک شخص اگرچہ ہزاروں سال کی عمر سے نوازدیا جاتا ہے تاہم اسے اسی چوکھٹ یعنی موت سے گزرنا پڑتا ہے۔ جس سے اس وقت میں گزر رہا ہوں۔[59]

حضرت عمرؓ کی عام الرمادہ یعنی قحط جیسی آزمائش کے وقت قوم کو دیا گیا خطبہ بھی اس طرف اشارہ ہے کہ آزمائش خواہ کیسی بھی ہو اس میں اپنے اعمال کا جائزہ لینا بہت ضروری ہے کیوں کی بہت سے فتن ہمارے اپنے اعمال ہی ہوتے ہیں۔

طبقات ابن سعد میں سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ عام الرمادہ میں عمر بن خطابؓ نے خطبہ دیا" اے لوگو اپنے ظاہری اعمال میں نیز تمہارے جو معاملات لوگوں کی نگاہ میں پوشیدہ ہیں سب میں اللہ سے ڈرو، میں تمہارے ذریعے سے اور تم میرے ذریعے سے آزمائے گئے ہو۔ میں نہیں جانتا کہ اللہ کی ناراضی مجھ کو چھوڑ کر تم پر نازل ہوئی ہے یا مجھ کو چھوڑ

کر تم پر، یہ ناراضی ہم سب کو شامل ہے، آؤ ہم سب مل کر اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے دلوں کی اصلاح کر دے، اور ہم پر رحم فرمائے اور ہم سب سے اس آفت کو دور کرے۔[60]

پھر آپ نے فرمایا" اے لوگو! مجھے خوف و خطر لاحق ہے کہ اللہ کی نارضی ہم سب کو لپیٹ میں نہ لے، لہذا اپنے ربّ کو راضی کر لو، غلط حرکتوں سے باز آجاو اور اپنے رب سے توبہ کرو نیک اعمال کو"[61]

- **رجوع الی اللہ کی تلقین:**

دین اسلام نے وبائی امراض میں بھی انسانیات کے لیے جو خیر کے پہلو نکالے ہیں ان میں ایک پہلو رجوع الی اللہ ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ غم اور تکلیف میں انسان اپنے خالق کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی اس حالت کو یوں بیان فرمایا ہے:

وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ[62]"اور جب اس کو تکلیف پہنچی تو لمبی چوڑی دعا کرنے لگا"

وبائی امراض انسان کے لیے اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہیں۔ جب کسی ریاست میں ایسے وبائی امراض پھوٹ پڑیں جن سے نہ صرف جانی نقصان کا خطرہ ہو بلکہ زندگی کے دیگر معاملات بھی غیر معمول ہو جائیں تو ریاست کے تمام افراد خواہ وہ رعایا ہوں یا حکمران سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اپنے پر پڑی مصیبت کو دور کرنے کی دعائیں کرنی چاہیں۔ اسلامی تاریخ میں ہمارے پاس اس کی واضح مثال اسلامی ریاست کے سربراہ، جناب رسول ؐ ہیں۔ آپ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ جگہ وباءزدہ تھی۔ جس کی وجہ سے اس کا نام یثرب یعنی وبا، مرض زدہ زمین پڑ گیا تھا۔ آپ کے جانثار حضرت ابو بکر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنھم جب بیمار ہوتے تو مکہ کی زمین کو بہت یاد کرتے۔ حضرت بلالؓ تو شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت بھیجتے جنھوں نے مسلمانوں پر مظالم کی اس قدر حد کر دی تھی کہ انھیں مکہ کی سرزمین کو چھوڑ کر وبازدہ زمین میں آنا پڑا۔

نبی کریمؐ نے مدینہ کی آب و ہوا سے امراض دور کرنے کے لیے سب سے پہلا اہتمام رجوع الی اللہ کا کرتے ہوئے دعا کا اہتمام فرمایا۔ امام بخاری نے نبی کریمؐ کی دعا کے الفاظ کو اس طرح روایت کیا ہے:

اللهم بارك لنا في صاعنا وفي مدنا وصححها لنا، وانقل حماها إلى الجحفة"، قالت: وقدمنا المدينة وهي اوبا ارض الله[63].

"اے اللہ! ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما اور مدینہ کی آب و ہوا ہمارے لیے صحت خیز کر دے یہاں کے بخار کو جحیفہ میں بھیج دے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب ہم مدینہ آئے تو یہ اللہ کی سب سے زیادہ وبا والی سرزمین تھی۔"

وبائی امراض سے بچنے کے لیے آپ خود بھی دعا کا اہتمام فرماتے اور اپنے احباب کو بھی اس کی تعلیم فرماتے۔ امام ابو داود نے آپؐ کے دعا کے الفاظ کو یوں نقل کیا ہے:

عن انس، ان النبي ﷺ، كان يقول:" اللهم إني اعوذ بك من البرص، والجنون، والجذام، ومن سيئ الاسقام[64]

"اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں برص، دیوانگی، کوڑھ اور تمام بری بیماریوں سے"۔

نبی کریمؐ نے ریاست کو امراض سے بچانے کے لیے سب سے پہلا جو اہتمام فرمایا وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا تھا کیوں کہ کوئی بیماری طاقت نہیں رکھتی کہ وہ الہٰی حکم کے بغیر کسی جاندار کو تکلیف پہنچائے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو۔ اس لیے وبائی امراض سے نمٹنے کے لیے ریاست کی پہلی ذمہ داری رجوع اللہ ہے۔

- **عمومی مسائل سے آگہی:**

وباء کے دوران ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ضروریاتِ زندگی سے متعلق عمومی مسائل سے آگاہ رہیں۔ کیوں کہ ریاست کے پاس کچھ ایسے اختیارات اور طاقت ہوتی ہے جو عام عوام کے ہاتھ میں نہیں ہوتی۔ اور کچھ مسائل ایسے ہوتے ہیں جنھیں حل کرنا ریاست کے بس کی ہی بات ہوتی ہے۔ اس حوالے سے ایک حدیث مبارکہ بھی ہے جس میں عوام کی ضروریات رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے:

اخبره ان ابا مريم الازدي اخبره، قال: دخلت على معاوية، فقال: ما انعمنا بك ابا فلان، وهي --- دون حاجته وخلته وفقره، قال: فجعل رجلا على حوائج الناس .

رسول اللہؐ نے فرمایا"جسے اللہ مسلمانوں کے کاموں میں سے کسی کام کا ذمہ دار بنائے پھر وہ ان کی ضروریات اور ان کی محتاجی و تنگ دستی کے درمیان رکاوٹ بن جائے، تو اللہ اس کی ضروریات اور اس کی محتاجی و تنگ دستی کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ یہ سنا تو معاویہؓ نے ایک شخص کو مقرر کر دیا جو لوگوں کی ضروریات کو سنے اور اسے پورا کرے۔

تاہم اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں ریاست کی یہ ایک اہم ذمہ داری ہے کہ عام حالات میں بالعموم اور خاص حالات میں بالخصوص عوام کی ضرریاتِ زندگی سے متعلق مسائل سے آگاہ رہیں۔

- **اشیاء خورونوش کی ذخیرہ اندوزی کا خاتمہ، نیز پرائس کنٹرول:**

حوادث و مصائب میں ریاست کی ایک اور ذمہ داری جس سے عام دنوں میں بھی انکار نہیں کیا جاسکتا وہ ہے رعیت کو معاشی لحاظ سے سہولت فراہم کرنا۔ نیز اشیاء خورد کی ذخیرہ اندوزی کو ختم کرنا۔ رسول اللہ ؐ کا ریاست کو چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں تقسیم کرنا اور ہر صوبے کا گورنر مقرر کرنا اسی حکمت کے تحت تھا کہ عوام کے ہر قسم کے مسائل آسانی سے معلوم ہوسکیں۔ عام حالات میں بھی آپ ؐ مارکیٹوں کا جائزہ لیتے رہتے اور ہر بازار کا محتسب مقرر فرماتے۔ جیسا کہ مکہ کی فتح کے بعد سعید بن عاص مکہ کے بازوں کے نگران تھے جبکہ حضرت عمرؓ مدینہ کی مارکیٹوں کے محتسب تھے۔[65]

آپ ﷺ تجارتی معاملات میں بدعنوانیوں کے خاتمے کے لیے بازاروں کا دورہ فرماتے اور اگر کہیں معاملات خراب ہوتے تو معاملے پر تنبیہ کے بعد مکمل کاروائی فرماتے۔[66]

مذکورہ بالا اقدامات کے علاوہ بھی مزید نکات ہیں جو ریاست کی ذمہ داری احساس دلواتے ہیں جن میں ؛ Allowance for the effectives، Welfare for country، تعاون باہمی، ذہنی استحکام اور وسائل کا بہترین استعمال جیسی سہولیات کو ریاست کی طرف سے افراد کے لئے مہیا کیئے جانے کو ممکن بنانے ہیں۔

نتیجہ بحث

اس وقت تقریبا پوری دنیا وبائی مرض کی لپیٹ میں ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ مر چکے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں قریب الموت ہیں۔ جبکہ اربوں لوگ موت کے خوف میں مبتلا ہو کر کاروبارِ زندگی کو ٹھپ کر مجبور ہوچکے ہیں۔ تو ایسے میں مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکالنا بالکل مشکل نہیں کہ اسلام کی بیان کردہ تعلیمات اور احتیاتی تدابیر واضع طور پر ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے آج سے صدیوں پہلے کی بتائی گئی مختلف وبائی امراض کے صدباب کے لئے احتیاتی تدابیر اور واضع احکامات موجود ہیں جن سے رہنمائی حاصل کر کے مختلف وبائی امراض کو پورے معاشرے میں پھیلنے سے روکا جا سکتا ہے۔ یہی وہ اصول ہیں جن کے تحت خلیفہِ اسلام حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں پھوٹنے والے وبائی مرض سے رعایا کو نجات دلائی اور یہی تدبیر آج کے جدید دور

میں بھی استعمال کر کے وبائی امراض سے بچا جا سکتا ہے۔ اسلامی تعلیمات ریاست اور افراد معاشرہ دونوں کے لئے ضابطہء اخلاق اور قانون وضع کرتی ہیں کہ ریاست عوام کے جان و مال اور صحت و خوراک کا خیال رکھے اور عوام احتیاطی تدابیر اور ریاستی احکامات کی بجاآوری میں ریاست کے ساتھ مکمل تعاون کریں، صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں اور خصوصی طور پر رجوع الی اللہ اور خوف خدا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ اللہ رب العزت ہمیں اس وباء سے جلد چھٹکارہ عطا فرمائے، آمین۔

حوالہ جات

---

[1]۔ابن خلدون، عبدالرحمن، مقدمہ ابن خلدون، (مترجم: مولانا راغب رحمانی)، لاہور: نفیس اکیڈمی، دسمبر ۲۰۰۰ء، ص ۱۴۲

Ibn e Khuldūn, Abd al-Rahmān, Muqaddama ibn e Khuldūn, (Translator: Mawlānā Rāghib Rahmānī), Lahore: Nafīs Academy, 2003, p.142

‘Alī Khan, Dr., The Next Pandemic, (On the Front Lines against Humankind's Gravest Dangers), New York: Public Affairs, 2016, p. 20

[3]۔الانبیاء۲۱:۱۰۷

Al-Qur’ān 21:107

[4]۔ جرجانی، علی بن محمد بن علی (۷۴۰-۸۱۶ھ)، التعریفات، دارالدیان للتراث،۷۱۶ھ، ص۲۶۸

Jurjānī, ‘Alī ibn Muhammad ibn ‘Alī (2-9 AH), Al-Ta’rīfāt, Dār al-Dayān li Al-Turāth, 716 AH, p. 268

[5]۔ الصفات ۳۷:۸۸

Al-Qur’ān 37:88

[6]۔افریقی، ابن منظور ابوالفضل محمد بن مکرم، لسان العرب فصل میم، بیروت: مطبعہ دار صادر، سن ندارد، ص ۲۳۰

Afrīqī, ibn Manzūr abū al-Faḍl Muhammad ibn Mukarram, Lisan al-Arab Fasl al-Ma'im, Dar al-Sadr Press, Beirut ,1998,p:230

[7]۔البقرۃ۲:۱۰

Al-Qur’ān 2:10

[8]۔ تفسیر ابن جریر طبری، ج۱، ص۲۸۰

Imam abī Ja'far Muhammad ibn Jarīr, Tafsīr ibn Jarīr Ṭabrī, Beirut: Al-Risālah Foundation, 1993, vol. 1, p. 280

[8]۔المائدۃ:۵۲، الانفعال:۴۹، الحج:۵۳، النور:۵۰، الاحزاب، محمد:۲۰، محمد ۲۹، المدثر:۳۱، التوبۃ:۹:۱۲۵، الاحزاب:۶۰:۳۳

[9]۔البقرۃ، ۲/۱۸۴

[10] دہلوی، سید احمد، مولوی، فرہنگ آصفیہ، لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع دوم، جولائی 1987ء، ص ۶۴۵

Dehlavī, Sayyid Aḥmed, Mōlvī, Farhang e Āsifiyah, Lahore: Urdu Science Board, 2nd edition, July 1987, p. 645

[11] ۔ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، بیروت لبنان: دارالغرب اسلامی، 1998ء، کتاب القدر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب مَا جَاءَ لَا عَدْوَى وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ، حدیث نمبر:2143

Al-Tirmidhī, Muhammad ibn ʻĪsā, al-Jāmi', Dār-al-Gharb al-Islamī, Beirut, Lebanon: 1998, Ḥadīth 2143

[12] ۔مسلم بن حجاج، القشیری، الجامع الصحیح، بیروت لبنان: دار حیا، دارالقلم، 1401ھ، کِتَاب السَّلَامِ باب لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَلَا نَوْءَ وَلَا غُولَ وَلَا يُورِدُ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ، حدیث نمبر 5788

Muslim ibn al-Hajjāj al-Qushayrī, Al-Jāmi' Al-Saḥīḥ, Beirut, Lebanon: Dār al-Qalam, 1401 AH, Ḥadīth 5788

[13] ۔ایضاً حدیث نمبر:5791

Ibid , Ḥadīth 5791

[14] ۔ایضاً

Ibid

[15] ۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول وسننہ وایامہ، دہلی: کارخانہ تجارت کتب، 1938، کِتَاب الطِّبِّ، 19. بَابُ الجُذَامِ، حدیث نمبر:5707

Bukhārī, abū Abd Allāh Muhammad bin Ismā'īl, Al-Jāmi' Al-Saḥīḥ Al-Musnad Al-Mukhtaṣar Min Amūr Rasūl wa sunanihī wa ayyāmihi, Delhi: Kārkhāna Tijārat kutub, 1938, Ḥadīth: 5707

[16] ۔ تھانوی، محمد اشرف علی امداد المفتین، کراچی: مکتبہ دارالعلوم، ۱۴۲۸ھ، ج۴، ص ۲۸۶-۲۸۹

Thānwī, Mohammad Ashraf ʻAlī, Karachi: Maktab Dār al-ʻUlūm, 1428 AH, vol. 4, pp. 286-289

[17] ۔منظور احمد، مولانا، اردو شرح السنن لابی داود، لاہور: المصباح، ۵/ ۴۴

Manzūr Aḥmad Mawlānā, Sharh Al-Sunan li abi Dā'ūd, (Urdu) Lahore: Al-Misbah, vol. 5 p. 44

[18] ۔ محمد الصلابی، محمد علی، ڈاکٹر، سیدنا عمر بن خطاب، پاکستان: الفرقان ٹرسٹ، مظفر گڑھ، ص ۳۹۱

Muhammad Al-Ṣalābī, Muhammad ʻAlī, Dr., Sayyidnā ʻUmar bin Khaṭāb, Pakistan: al-Furqān Trust Muzaffargarh, p. 391

[19] ۔البقرۃ، ۲:۱۵۵-۱۵۶

Al-Qur'ān 2:155-156

[20]۔ الروم، ۳۰: ۴۱

Al-Qur'ān 30:41

[21]۔ آلوسی، شہاب الدین السید محمود، روح المعانی تفسیر القرآن العظیم و سبع الثانی، بیروت لبنان: ادارۃ الطباعۃ المنیریہ واحیاالتراث العربی، س۔ن، ج ۱۴، ص ۴۷

Alūsī, Shihāb al-Dīn Sayyid Maḥūd, Rūḥ al-M'ānī Tafsīr al-Qur'ān al-'Azīm wa Saba' al-Mathānī, Beirut Lebanon: Dār al-ṭaba't al-Munīrīyah wa aḥyā al-tarāth al-'Arabī, vol. 14, p. 47

[22]۔ کمار ڈاکٹر پروین، پریکٹس آف میڈیسن، لاہور: مکتبہ دانیال، ص ۳۸۔۴۰

Kumār, Dr. Parvīn, Practice of Medicine, Lahore: Maktabah Daniel, pp. 38-40

[23]۔ ابن حجر عسقلانی، بذل الماعون فی فضل الطاعون، دار لعاصمۃ، ریاض، سن ندارد، ص ۳۶۱-۳۷۰

Ibn Ḥajar 'Asqalānīi, Badhl al-Mā'ūn fī Faḍl al-Tā'ūn, Riyadh: Dār al-'āsimah, p. 361-370

[24]۔ اس وباء کو طاعون عمواس کا نام دیا گیا کیوں کہ یہ عمواس نام کی بستی میں ظاہر ہوا جو رملہ اور بیت المقدس کے درمیان ہے۔ اور یہاں سے پورے شام میں پھیل گیا۔

The epidemic was called the plague of Amwas because it appeared in the town of Amwas, between Ramallah and Jerusalem, and from there it spread throughout Syria.

[25]۔ عبید بن الجرح عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ دنیا میں ہی ان کو جنت کی بشارت دی گئی۔ نبی کریمؐ نے فرمایا اس امت کا امین ابو عبید جرح ہیں۔

[26]۔ صحیح مسلم، کِتَاب السَّلَامِ. باب الطَّاعُونِ وَالطِّيَرَةِ وَالْكَهَانَةِ وَنَحْوِهَا، رقم الحدیث 5772

Al-Jāmi' al-Saḥīḥ li al-Muslim, Kitāb al-Salam, Ḥadīth :5772

[27]۔ اردو شرح السنن ابی داود، ص ۴۹۵

Urdu Sharh al-Sunan abī Dā'ūd, p. 495

[28]۔ محمد حسین ہیکل سیدنا عمر فارق اعظم، لاہور: اسلامی کتب خانہ، ص، ۴۲۳

Muhammad Hussain Haykal, Sayidunā 'Umr Fārūq e Ā'ẓam, Lahore: Islamic Kutub Khāna , p. 423

[29]۔ صحیح البخاري، کِتَاب الطِّبِّ، بَابُ أَجْرِ الصَّابِرِ فِي الطَّاعُونِ، حدیث نمبر: ۵۷۳۴

Al-Jāmi' Al-Saḥīḥ li al-Bukhārī, Kitāb al-ṭib, Ḥadīth 5734

[30]۔ محمد الصلابی، محمد علی، سیدنا عمر فاروق، ص ۴۰۰

Sayyidnā 'Umar bin Khaṭāb, p. 400

[31]۔ البقرۃ، ۲: ۱۹۵

Al-Qur'ān 2:195

[32]۔الطبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، القاہرہ: دارالحرمین، سن ندارد، باب المیم، حدیث نمبر،7594۔۔

Al-Ṭabrānī, Sulaymān ibn Aḥmad, al-Mu'jam al-Awsaṭ, bāb Al-Mīm, Cairo: Dār al-Harmayn, Ḥadīth 7594,

[33]۔سرغ ایک قریہ ہے کنارہ حجاز پر

[34]۔ صحیح مسلم، کِتَاب السَّلَام.باب الطَّاعُونِ وَالطِّيَرَةِ وَالْكَهَانَةِ وَنَحْوِهَا-حدیث نمبر:5784

Al-Jami' al-Saḥīḥ li al-Muslim, Kitab al-Salām, Ḥadīth 5784

[35]۔ایضاً، كِتَاب السَّلَامِ. باب الطَّاعُونِ وَالطِّيَرَةِ وَالْكَهَانَةِ وَنَحْوِهَا-حديث نمبر: 5784

Ibid

[36] ۔ محمد حسین ہیکل حضرت عمر فاروق، ص ۴۲۳

Sayidunā 'Umr Fārūq e Ā'ẓam, p. 423

[37]۔ محمد الصلابی، محمد علی، سیدنا عمر فاروق ص ۴۰۰

Sayyidnā 'Umar bin Khaṭāb, p. 400

[38]۔ محمد حسین ہیکل، سیدنا عمر بن خطاب، ص۳۹۷

Sayidunā 'Umr Fārūq e Ā'ẓam, p. 397

[39]ایضاً، ص ۴۱۳

Ibid, p. 413

[40]ابن کثیر، عماد الدین، حافظ، البدایہ والنہایۃ، کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۹ء، ج۷، ص ۱۱۱

Ibn e Kathīr, Al-Bidā'yat wa al-Nihāyat, Karachi: Nafīs Academy, vol. 7, p.111

[41]۔ایضاً، ج۷، ص۱۰۹

Ibid

[42]۔ صحیح البخاري، کتاب الطِّبِّ ، بَابُ أَجْرِ الصَّابِرِ فِي الطَّاعُونِ، حدیث نمبر ۵۷۳۴۔

Al-Jāmi' Al-Saḥīḥ li al-Bukhārī, Ḥadīth 5734

[43]۔ محمد حسین ہیکل، سیدنا عمر بن خطاب، ص ۴۰۰

Sayidunā 'Umr Fārūq e Ā'ẓam, p. 400

[44]۔ الرعد،۱۳:۱۱

Al-Qur'ān, 13:11

[45]۔ النجم،۵۳:۳۹

Al-Qur'ān, 53:39

[46]۔ بخاری، کِتَاب الطِّبِّ، بَابُ مَا أَنْزَلَ اللّٰہُ دَاءً إِلاَّ أَنْزَلَ لَہُ شِفَاءً، حدیث نمبر 5678

Al-Jāmi' Al-Saḥīḥ li al-Bukhārī, Ḥadīth 5678

[47]۔ سنن ترمذي، كتاب الطب عن رسول اللهِ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي الدَّوَاءِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ، حديث نمبر:2038

Al-Sunan al-Tirmidhī, Kitāb al-ṭib, Ḥadīth 2038

[48]۔ البانی، محمد ناصر الدین، سلسلہ احادیث صحیحہ،، مکتبہ قدوسیہ، التوبۃ والمواعظ والرقائق، رقم الحدیث :2212۔

Albāni, Muhammad Nāsir al-Dīn, Silsilat al-Ḥadīth al- Ṣaḥīḥ, Maktab-e-Qudūsiyah, Ḥadīth 2212

[49]۔ شبلی نعمانی، شمس العماء رسائل شبلی، امرتسر: اردو بازار الیکٹرک پریس ہال، ۱۸۹۸، ص ۷

Shiblī Nu'mānī, Shams al-'Ulma' Rasā'il e Ṣḥiblī, Amratsar: Urdu Bazār Electric Press Hall,1898, p. 7

[50]۔ ابن ندیم، محمد بن اسحاق، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰، ص ۳۴۵

Ibn Nadīm, Muhammad bin Isḥāq, Saqafat e Islamia, Lahore: 1990, p. 345 Culture Institute Lahore

[51]۔ شبلی نعمانی، شمس العماء رسائل شبلی، ص ۱۲

Rasā'il e Ṣḥiblī, p. 12

[52]۔ نفس المصدر، ص ۱-۱۳

Ibid, p. 1-13

[53] The Journal of Sociologic Medicine , Palala press, 2016 vol. 17, p.261

[54]۔ صحیح مسلم، کِتَاب السَّلَامِ. باب الطَّاعُونِ وَالطِّيَرَةِ وَالْكَهَانَةِ وَنَحْوِهَا، رقم الحدیث5772۔

Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ li al-Muslim, Ḥadīth 5772

[55] Roy J. Shepherd. An Illustrated History of Health and Fitness, from Pre-History to our Post-Modern World, Springer, p. 279.

[56]۔ محمد حسین ہیکل، سیدنا عمر فاروق، ص ۳۹۳

Sayidunā 'Umr Fārūq e Ā'ẓam, p. 393

[57]۔ البدیہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۱۱

Al-Bidāiyat wa al-Nihāyat 7:111

[58] الروم، ۳۰/ ۴۱

Al-Qur'ān, 30:41

[59]۔ نفس المصدر

Ibid

60۔ نفس المصدر

Ibid

61۔ محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، کراچی: نفیس اکیڈمی، سن ندارد، ج ۳، ص ۹۰

Muhammad ibn Sa'd, Tabqāt Ibn Sa'd, Karachi: Nafīs Academy, 1999, 3:90

62۔فصلت، ۵۱:۴۱

Al-Qur'ān, 41:51

63بخاری، کِتَاب فَضَائِلِ الْمَدِينَةِ، باب ۱۲، حدیث121889 حدیث نمبر ۔

Al-Jāmi' al-Saḥīḥ li al-Bukhārī, Ḥadīth 121889

64۔ سنن ابی داود، کتاب تفریع اَبواب الوتر باب فِي الِاسْتِعَاذَةِ، حدیث1554

Abi Dā'ūd, al-Sunan, kitāb tafrī' abwāb al-witr, Ḥadīth 1554

65۔ ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مطبع دار الکتب السفیہ، ۱۹۶۰ھ، ج ۱، ص ۱۰۷

Ibn Abd al-Birr, al-Istī'āb fi Ma'rifat al-Aṣḥāb, Matba' al-Dār al-kutub al-Sayfīyah 1960, vol. 1, p. 107

66۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی ﷺ کا نظام حکمرانی، مطبہ الامیریہ، بولاق، ۱۳۲۱ھ ص ۲۶۸

Hamīd Ullāh, Dr., 'Ahd e Nabwī (ﷺ) ka Nizām e Hukmarānī, Bōlāq: matbah al-Amīriyah, 1321 Ah, p. 268